© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاویلات اھل السنہ
یا
تفسیر ابی منصور ما تریدی

محمد صغیر حسن معصومی

(گذشته سے پیوسته)

بنی آدم میں خاص طور پر مستعمل ہے، اور اسم رب مالک اور سید سبکو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے، اسی وجه سے اس کی توجیه مالک کے ساتھ زیادہ مناسب ہے، اور حضرت ابن عباس کی روایت اسی کا احتمال رکھتی ہے، کیونکه الله تعالی، درحقیقت سارے ذکر کئے جانے والوں کا سردار رب ہے، والله الموفق،

ثم اختلف اهل التفسير فی العالمين،
فمنهم من رد الی کل ذی روح دب
علی وجه الارض،
ومنهم من رد الی کل ذی روح فی
الارض وغيرها،
ومنهم من قال لله كذا وكذا
عالم،

مزید یه که 'عالمین' کے بارے میں اهل تفسیر کا اختلاف ہے، بعض اس سے مراد هر اس ذی روح کو لیتے هیں جو روے زمین پر رینگتا ہے، بعض اس سے هر روح والے کو جو زمین اور غیر زمین میں موجود هیں مراد لیتے هیں، اور بعض یه کہتے هیں که الله هی کے لئے ایسے ایسے عالم هیں۔

و التاويل عندنا ما اجمع اهل
الكلام ان العالمين اسم لجميع
الانام والخلق جميعا،

همارے نزدیک علم کلام کے ماهرین کی تاویل یه ہے که عالمین سارے لوگوں اور جمیع مخلوقات کا نام ہے،

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقول اهل التفسير يرجع الى مثله، إلا انهم ذكروا اسماء الاعلام ، واهل الكلام مايجمع ذلك وغيرهم- ثم العالم اسم للجميع ، وكذلك الخلق ، ثم تعريف ذلك بالعالمين و الخلايق يتوجه الى جمع الجمع من غير ان يكون فى التحقيق تفاوت ، وقد يتوجه الى عالم كل زمان وكذا خلق كل زمان على حكم تجدد العالم، وبالله التوفيق ،

و فى ذلك ان الله ادعى لنفسه العالمين كلهم من تقدم و تاخر، و من كان يكون لم يقدره احد ان ينطق بالتكذيب ، يدعى شيئاً من ذلك لنفسه. دل ذلك على ان لا رب غيره ولا خالق لشئ من ذلك سواه ، اذ لا يجوز ان يكون حكيما او الها ينشئ ويبدع ولا يدعيه، ولا يفصل ما كان منه ما كان لغيره، وبنفسه قام ذلك لابغيره، وعلى ذلك معنى قوله تعالى :

اهل تفسیر کے بیان میں ایسے هی اقوال قابل اعتناء هیں، البته یه لوگ اشخاص کے اسماء کا ذکر کرتے هیں، اور اهل کلام اس لفظ کو اشخاص وغیر اشخاص کے اسماء کا جامع بناتے هیں،

علاوہ ازیں عالم سارے موجودات کا اسم هے، اسی طرح لفظ خلق هے،

نیز عالمین اور خلایق کو معرف بنانے سے مقصود یه هے که وه سبکو جامع هے اور اس کی تحقیق وتثبیت میں کوئی امتیاز و تفاوت نهیں، اور کبھی تجدد عالم کے حکم کے بموجب عالمین هر زمانے کے عالم اور اسی طرح هر زمانے کی خلق کے لئے جامع هے، اور الله هی سے توفیق حاصل هوتی هے،

ان لفظوں سے ظاهر هے که الله تعالی کا دعوی هے که سارے اگلے پچھلے عالم الله هی کے ملک هیں، اور جو هو چکے اور جو هونگے سب اسی کے لئے هیں، کسی کو الله کی تکذیب میں گویائی کی قدرت نهیں اور نه اپنے لئے کسی شئی کا دعوی کرنے کی طاقت، یه اس بات کی دلیل هے که الله کے سوا نه کوئی رب هے، اور نه کسی شئی کا خالق. یه جائز نهیں که ایک حکمت والا اور ایک معبود انشاء وابداع سے کام لے اور اس کا دعویدار نه هو، اور اپنی مخلوق اور غیر کی بنائی هوئی چیز میں فرق نه کرے، الله تو اپنی ذات پر قایم هے کسی کے بل بوتے پر نهیں، یهی مفهوم هے الله تعالی کے قول کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وما كان معه من اله اذا لذهب كل اله بما خلق"، فهذا مع مافى انسان التدبير و اجتماع التضاد، وتعلق حوائج بعض ببعض وقيام منافع بعض ببعض على تباعد بعض من بعض و تضادها دليل واضح على ان مدعى ذلك كله واحد، وانه لايجوز كون مثل ذلك عن غير مدبر عليم، و الله المستعان،

و قوله الرحمن الرحيم ، اسمان ماخوذان من الرحمة، لكنه روى فيهما رقيقان ، احدهما ارق من الاخر، وكان الذى روى عنه هذا اراد به "لطيفان احدهما الطف من الاخر"، دليل ذلك وجهان احدهما مجئ الاثر فى ذلك اللطيف فى اسماء الله تعالى مع مانطق به الكتاب، ولم يذكر فى شئى من ذلك رقيق و معنى اللطيف فى استخراج اسرار الامور الخفية* وظهورها له كقوله "انها إن تك مثقال حبة" من خردل

جب وہ فرماتا ہے" اللہ کے ساتھ کوئی معبود نہیں، ورنہ ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لیکر الگ ہو جاتا"۔

ان سب باتوں کے ساتھ یہ واضح ہے کہ انسان میں تدبیر اور اضداد کو اکھٹا کرنے کی صلاحیت ہے، بعض کی حاجتیں بعض کے ساتھ وابستہ ھیں، بعض کے منافع بعض دوسروں کے ساتھ قائم ھیں۔ ساتھ ھی بعض کو بعض سے بعد وتضاد ہے، ان ساری حقیقتوں سے اس بات کی طرف رھنمائی ھوتی ہے کہ ان سب کا دعویدار ایک ہے، اور یہ مدعی بڑی تدبیر اور علم کی مہارت رکھنے والے کے سوا کوئی دوسرا نہیں ھو سکتا: اور اللہ ھی سے مدد کی امید کی جاتی ہے،

اور اللہ تعالیٰ کا قول "الرحمن الرحیم، ایسے دو اسماء پر مشتمل ہے جو لفظ رحمت بمعنی مہربانی سے ماخوذ ھیں ، لیکن ان کے بارے میں روایت ہے کہ رقیق کے معنے میں ھیں۔ البتہ مفہوم یہ ہے کہ ایک دوسرے سے زیادہ رقیق ہے۔ جس نے یہ بیان کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ دونوں کا مفہوم لطیف ہے، البتہ ایک دوسرے سے لطیف تر ہے ، اسکی دلیل دو طرح بیان کی جاتی ہے ، ایک یہ کہ اسماء باری تعالیٰ کے متعلق آثار مروی ھیں جن سے لطیف کی وضاحت ھو جاتی ہے، ساتھ ھی قرآن پاک خود ناطق ہے، اور کسی

* المخطوطة: فى لستخراج لسرار الخفيه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فتكن فى صخرة ، الى قوله لطيف خبير. وبالله التوفيق ،

والثانى ان اللطيف حرف يدل على البر والعطف، والرقة على رقة الشئى، التى هى نقيض الغلظ والكثافة كما يقال فلان رقيق القلب، واذا قيل فلان لطيف ، فانما يراد به بار عاطف فلذلك يجوز لطيف، ولا يجوز رقيق ،

و كذلك فسر من فسر الرحمن العاطف على خلقه بالرزق، وذهب بعضهم، وهم الاقل، الى اللطافة، وذلك بعيد، وانما هو من الالطف ،

وقوله احدهما ارق من الاخر بمعنى الالطف ، يحتمل وجهين ، احدهما التحقيق بأن اللطف باحد الحرفين اخص واليق و اوفرو اكمل، فذلك رحمته بالمومنين انه يقال رحيم بالمومنين على تخصيصهم بالهدايه لدينه ولذا ذكر امته ،

میں ' رقیق ، کا ذکر نہیں ہے ، اور پوشیدہ اسرار الٰہی کے ظہور اور استخراج سے ' لطیف' کا مفہوم باریکی ہی ہے، جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے یہ اگر رائی کے دانے کے برابر ہو اور کسی سخت پتھر میں پنہاں ہوجائے. . . اللہ بڑا لطف والا اور خبردار ہے، اور اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ لطیف نیکی، نرمی اور رقت پر دلالت کرتا ہے اور رقت کا اطلاق ایسی شئے پر ہوتا ہے جس میں کثافت اور گاڑھا پن بالکل نہ ہو جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص بڑا رقیق القلب ہے یعنی نرم دل ہے ، اور جب کسی کو لطیف کہا جاتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ نیکی کرنے والا مہربان ہے ، ایسی جگہ لطیف کہنا جایز ہے رقیق کہنا جایز نہیں ،

اسی طرح بعض نے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ رحمان وہ ہے جو اپنی مخلوق کو روزی پہنچا کر ہمدردی کرتا ہے ، اور بعض جو تعداد میں بہت کم ہیں یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ رحم لطافت کے معنے میں ہے، اور یہ بعید ہے اسلئے کہ یہ لفظ لطف سے مشتق ہے ، جسکے معنی نرمی کرنے کے ہیں ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وان اشرکهم فى الرزق فيما يراهم غيرهم، الا ترى انه لايقال رحمن بالمومنين وجائز القول رحيم بهم، وكذلك لايقال رحيم بالكافر مطلقا، وبالله التوفيق،

اس قول کی، که لطف کے معنی میں ایک دوسرے سے رقیق تر ہے، دو توجیہیں کی جاسکتی ہیں: پہلی توجیہ درحقیقت اس بات کی تثبیت ہے که ان دو لفظوں میں سے ایکه کے ساتھ لطف مخصوص، مناسب، زیادہ وافر اور پورے کمال کے ساتھ مختص ہے، جسکی مثال الله تعالی کا ایمان والوں پر مہربان ہونا ہے، که وہ کہتا ہے: رحیم بالمؤمنین، اسطرح که الله تعالی نے اپنے دین کی ہدایت کے ساتھ انہیں کو مخصوص کیا، اور اپنی امت کے لقب سے ان کا ذکر کیا، اگرچه رزق میں بظاہر انکو دوسروں کا شریک بنایا ہے۔ کیا تم یه نہیں دیکھتے که الله تعالیٰ کو ”رحمان بالمؤمنین،، نہیں کہا جاتا، اور ”رحیم بالمؤمنین،، کہنا جایز ہے، اسی طرح مطلقاً ”رحیم بالکافر،، نہیں کہا جاتا اور الله ہی سے توفیق حاصل ہو سکتی ہے،

و وجه آخر ان احدهما الطف من الاخر، كانه وصف الغاية فى اللطف حتى يتعذر وجه ادراك ما فى كل واحد منهما من اللطف، او بوصف بقطع الغاية عما يتضمنه كل حرف، وبالله التوفيق،

ایک وجه یه بھی ہے که ان دونوں لفظوں میں سے ایک دوسرے سے لطیف تر ہے، گویا الله تعالی نے لطف کی انتہاء اس طرح بیان کی ہے که دونوں میں جو لطف ہے اس کے ادراک کی وجه مشکل ہے، یا ان میں سے ہر لفظ جس لطف کو شامل ہے، وہ حد بیان سے باہر ہے۔ و بالله التوفیق۔

و وجه آخر ان احدهما تم فى هذا ان اسم الرحمن هو المخصوص به الله، لا يسمى به غيره،

دوسری توجیه یه ہے که دونوں لفظوں میں سے ایک اس بات میں تام و کامل ہے، که اسم رحمن کے ساتھ الله تعالیٰ ہی مخصوص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والرحيم يجوز تسميه" غيره به ،
فلذلك يوصف ان الرحمن اسم ذاتي،
والرحيم فعلی ،

و ان احتمل ان يكونا مشتقين من الرحمه" ، و دليل ذلك انكار العرب الرحمن، ولا احدمنهم انكر الرحيم ، حيث قالوا ''لا ندری ما الرحمن أ نسجد لما تامرنا،، و ذلك قوله: قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن اياما تدعوا. يدل على انه ذاتي لافعلي ، واذاكان الفعل صفه" الذات (ص ۳) اذسحال صفته بغيره ، لما موجب ذلك الحاجه" الى غيره ليحدث له الثناء والمدح ، وما خلق الخلق انفع الاستداح وهو عن ذلك متعال بل بنفسه مستحق لكل مدح وحمد ، ولا قوة الابالله ،

ہے ، دوسرے کو رحمان نہیں کہا جاتا ہے اور رحیم اللہ کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے ، چنانچہ 'رحمن ، کو اسم ذاتی اور ' رحیم ، کو اسم فعلی بیان کرتے ہیں ،

اس بات کا احتمال بھی ہے کہ دونوں اسماء رحمہ" سے مشتق ہیں ، اور اسکی دلیل یہ ہے کہ عرب 'رحمان، کا انکار کرتے تھے ، البتہ کسی عربی نے کبھی ' رحیم، کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے بیان کو دھراتا ہے، ''ہم نہیں جانتے 'رحمن، کیا ہے کیا ہم اسکو سجدہ کریں جسکے سجدہ کا حکم تم ہمکو دیتے ہو،، اور اللہ کا یہ قول '' قل ادعوااللہ . . تدعوا ،، فرما دیجئے تم اللہ سے دعا کرو یا رحمان سے دعا کرو ، جس سے تم چاہو دعا کرو کیونکہ اللہ کے سب نام عمدہ اور خوب ہیں ،، ظاہر کرتا ہے کہ لفظ رحمان ذاتی ہے فعلی نہیں کیونکہ جب کسی فعل کا ثبوت کسی ذات کے لئے ہو تو یہ محال ہے کہ اس ذات کے سوا دوسرے کے ساتھ متصف ہو جائے، ورنہ یہ لازم آئیگا کہ اپنی ثناء و مدح کے لئے ذات غیر کی محتاج ہو اور اللہ نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ مدح وتعریف سے نفع اٹھائے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کے احتیاج سے بالاتر ہے وہ تو خود بلاکسی کی وساطت کے مدح وستایش کا مستحق ہے ۔ اور اللہ ہی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وروی فی خبر القسمة" ان العبد اذا قال الرحمن الرحیم قال الله تعالی اثنی علی عبدی، واذا قال مالك یوم الدین، قال مجدنی عبدی، وذکر انه قال فی الاول بالتمجید وفی الثانی بالثناء ، وذلك واحد لان معنی الثناء الوصف بالمجد والکرم والجود، والتمجید هو الوصف بذلك ' و بالله التوفیق،

ثم اجمع انه قوله مالك یوم الدین انه یوم الحساب والجزاء، وعلی ذلك القول 'انا لمدینون، وقوله یومئذ یوفیهم الله دینهم الحق وهو الجزاء، ومن ذلك قول الناس کما تدین تدان ،

وجایز ان یکون مالك یوم الدین علی جعل ذلك الیوم لما یدان الیوم اذبه یظهر حقیقته وعظم موتبته ، وجلیل موقعه عند ربه ،

طاقت و توانائی ملتی ہے .

عبادات کی تقسیم والی حدیث میں یہ بیان موجود ہے کہ بندہ جب ' الرحمن الرحیم ، کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : میرے بندے نے میری تعریف کی ، اور جب ' مالك یوم الدین، کہتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی و عظمت بیان کی۔ ایک روایت میں اول میں تمجید اور ثانی میں ثناء کا ذکر آیا ہے ، بہرکیف دونوں روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہے ، کیونکہ مجدوکرم اور جود بیان کرنے کو ثنا کہتے ہیں اور تمجید میں بھی انہیں اوصاف کا بیان ہوتا ہے ، وباللہ التوفیق ،

مالك یوم الدین میں یوم دین کے مفہوم پر امت کا اجماع ہے کہ حساب وجزاء کا دن ہے ، اسی بنا پر کہیں گے ''انالمدینون،، '' البتہ ہمیں ضرور بدلہ ملیگا ،، ، دوسری آیت ہے : یومئذ یوفیهم اللہ الخ اس دن اللہ تعالیٰ انکے حق دین کا بدلہ پورا پورا دیگا۔ اسی معنی میں لوگوں کا مقولہ ہے : وکما تدین تدان ، جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے۔

یہ بھی جائز ہے کہ مالك یوم الدین میں یوم کو اس جزا اور بدلہ کے لئے بنا دیا جائے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و فی الایة دلالة وصف الرب بملك مالیس بموجود اوقت الوصف بملکه ، وهو یوم القیمة ، ثبت ان الله یجمع ما یستحق الوصف به یستحقه بنفسه لابغیره،

و لذلك قلنا نحن هو خالق لم یزل، و رحیم لم یزل ، وجواد لم یزل، و سمیع لم یزل ، وان کان ماعلیه وقع ذلك لم یکن، وکذلك نقول هو رب کل شئ . و اله کل شئ فی الأزل ، و ان کانت الاشیاء حادثة ، کما قال : مالك یوم الدین الیوم ، و ان کان الیوم فعلا' غیر حادث ، و بالله التوفیق ،

و قوله ایاك نعبد ، فهو ، و الله اعلم ، علی اضمار الامر ای قل ذا ، ثم لم یجعل له ان یستثنی

' المخطوطة . فعل

اس دن دیا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی حقیقت ظاہر ، اسکا مرتبہ بلند اور اسکی وقعت بیحد ہے ،

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رھنمائی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ھی کو یہ سزاوار ہے کہ یوم کے ملک کے ساتھ متصف کیا جا سکتا ہے ، جو اس وصف کے بیان کرنے کے وقت موجود نہ ہو یعنی قیامت کا دن ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالی ان سارے اوصاف کا جامع ہے جنکا وہ مستحق ہے . کیونکہ وہ بنفسہ ان کا مستحق ہے بغیرہ نہیں

اسی طرح ہم اللہ تعالی کے بارے میں کہتے ہیں '' اللہ ہر شے کا پروردگار ہے، ہمیشہ سے ہر شے کا معبود ہے،، ، اگرچہ ساری چیزیں حادث ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ، اللہ تعالی آج بدلہ کے دن کا مالک ہے، اگرچہ ' دن ، ایک فعل غیر حادث ہے، اور ہم اللہ ھی سے توفیق چاہتے ہیں ۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول : '' ایاك نعبد،، (خاصکر تیری ھی عبادت ہم کرتے ہیں) واللہ اعلم ، صیغۂ امر کے اضمار پر مبنی ہے ، یعنی '' یہ کہو،، پھر اس قول میں کسی استثناء کی رعایت نہیں کی گئی ہے ۔ بلکہ ہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی القول به بل الزمه القول بالقول فیه ، ثم هو یتوجه وجهین:

ایک کے لئے اللہ تعالی کے بارے میں یہ کہنا لازم قرار دیا گیا ہے۔

احدهما الحال القول به علی الخبر عن حاله ، فیجب ان لا یستثنی فی التوحید ، و ان من یستثنی فیه عن شك فیستثنی ، و الله تعالی وصف المؤمنین بقوله : انما المومنون الذین آمنوا بالله و رسوله ، ثم لم یرتابوا ، الایة ،

نیز ، اس کی دو توجیہیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ عبادت ایک ایسی حالت ہے جسکے متعلق کچھ کہنا اس حالت کی خبر دینے کی بنا پر ہے ، تو توحید میں یہ واجب ہے کہ استثناء نہ ہو ، اور جو شخص شک کی بنا پر استثناء کرتا ہے تو وہ کرے ، اور اللہ تعالی نے ایمان والوں کی صفت اس طرح بیان کی ہے: ”جزاین نیست کہ ایمان والے وہی لوگ ہیں جو اللہ اور رسول کا اعتقاد رکھتے ہیں پھر شک نہیں کرتے ،، الآیہ۔

و کذا سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن افضل الاعمال ، فقال : ایمان لا شك فیه ،

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ، سب سے عمدہ عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا : وہ ایمان جس میں شک نہ ہو ،

و الثانی عن احوال التی تردد فی ذلك لكنه اذا كان ذلك علی اعتقاد المذهب لم یجز الشك فیه ، اذ المذاهب لا تعتقد لاوقات ، انما تعتقد للابد ، لذلك لم یجز الشك فیه فی الابد ، و بالله التوفیق ،

دوسری توجیہ وہ حالات ہیں جو عبادت میں تردد و شبہہ کے حامل ہیں ، لیکن جب ان کا تعلق مذہب کے اعتقاد سے ہو تو اس میں شک و شبہہ جائز نہیں ، کیونکہ مذاہب کا اعتقاد کسی خاص وقت کے لئے نہیں ہوتا وہ تو ابد تک کے لئے ہوتا ہے ، اسی لئے ابدی عقیدے میں استثناء جائز نہیں ، اور اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثم قوله ایاك نعبد يتوجه وجهين :

احدهما الى التوحيد ، و كذا روى عن ابن عباس رضى الله عنه ، انه قال : كل عبادة فى القرآن فهو توحيد ،

و الوجه الاخر ان يكون على كل طاعة ان يعبد الله بها ، و اصلها يرجع الى واحد ، لما على العبد ان يوحد الله فى كل عبادة لا يشرك بها أحدا بل يخلصها ليكون موحدا لله بالعبادة والدين جميعا ، و على ذلك قطع الطمع والخوف والحوائج كلها عن الخلق ، و توجيه ذلك الى الله تعالى ، بقوله: انتم الفقراء الى الله ، و الله هو الغنى الحميد ، وعلى ذلك المؤمن لا يطمع فى

نیز اللہ تعالی کے فرمان 'ایاك نعبد' سے دو باتیں ظاہر ہیں ، اول توحید خالص، چنانچہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے، فرماتے تھے قرآن پاک میں جو عبادت مذکور ہے وہ توحید ہے، ثانی ، یہ کہ اللہ تعالی کی عبادت ہر طرح کی فرمانبرداری کے ساتھ ضروری ہے، اور ہر قسم کی طاعت کی اصل ایک اور صرف ایک ہے، اس لئے کہ بندہ پر فرض ہے کہ ہر عبادت میں اللہ تعالی کو ایک جانے اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے ، بلکہ اپنی عبادت خالص طور پر اللہ کے ساتھ مختص کرے تاکہ ہر طرح عبادت دین اور عقیدے میں اللہ کی توحید کا اظہار کرے، اس طرح لالچ، خوف سے بندہ دور رہے گا اور اپنی حاجتوں کے لئے کسی مخلوق کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے پوری لگن کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف توجہ کریگا ، اور اللہ تعالی کے فرمان کے مطابق مخلوق کو کہے گا تم سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ ہی غنی اور قابل ستائش ہے، اس طرح ایک ایمان دار حقیقت میں اللہ کے سوا کسی سے لو نہیں لگاتا ، اور نہ کسی سے اپنی حاجت بیان کرتا ہے، اور نہ کسی سے اللہ تعالی کے بتائے ہوئے طریقے کے سوا ڈرتا ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحقیقه باحد غیر الله ، ولا یرفع الیه الحوائج ،

ولا یخاف الا من الوجه الذی یخشی ان الله جعله شیئا لوصول بلاء من بلایاه الیه علی بدنه ، فعلی ذلك یخافه او یرجو ان یکون الله تعالی جعل سبب ما وفقه الیه علی بدنه فبذلك یرجو ویطمع فیکون ذلك من الضالین ، لیکون فی ذلك التعوذ من جمیع انواع الذنوب و الاستهداء الی کل انواع البر۔

ثم التسمیه ، هی آیه من القرآن ولیست من فاتحه القرآن۔

دلیل جعلها ایه ماروی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لابی بن کعب : لاعلمنك آیه لم تنزل علی احد قبلی الا علی

بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے انکو اس قابل بنایا ہے کہ اس کے حسب منشا کسی ابتلاء و آزمائش کو انسان کے بدن تک پہنچادیں ، تو ایسی چیزوں سے ڈرنا برحق ہے، یا یہ امید رکھے کہ اللہ تعالی اس ابتلاء کو اس کے بدن سے دور کرنے کا کوئی سبب بنائے ، بنابریں اگر بندہ ان اسباب سے امید و طمع رکھے گا تو گمراہوں میں سے ہو جائے گا۔ غرض ہر قسم کے گناہوں سے اللہ ہی کے ہاں پناہ ڈھونڈنی چاہیے اور ہر قسم کی نیکی کی ہدایت و رہنمائی اسی سے طلب کرنی چاہیے۔

نیز "بسم اللہ الرحمن الرحیم" قرآن پاک کی ایک آیت ہے ، سورۃ فاتحہ کی آیت نہیں ہے ،

تسمیہ کے آیت ہونے کی دلیل پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم کی حدیث ہے کہ آپ نے ابی بن کعب سے فرمایا : البتہ تمکو میں ایک ایسی آیت سکھاؤنگا جو مجھ سے پہلے کسی پر نازل نہ ہوئی ، ہاں صرف سلیمان بن داؤد پر وہ اتاری گئی تھی ، پھر آپ نے اپنا ایک قدم بڑھایا ، پھر فرمایا "اے ابی یہ وہ آیت ہے جس سے قرآن پاک کی قراءت شروع کی جاتی ہے ، ابی نے کہا : 'بسم اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلیمان بن داؤد ، فاخرج احدی قدمیه ، ثم قال له یا أبی آیة یفتتح القرآن ، قال بسم الله الرحمن الرحیم ، فقال : هی هی -

ففی هذا انها آیة من القرآن وانها لو کانت من السور لکان یعلمه بما . . . . . ایة (ص ٤) لا آیة واحدة ، ولو کانت منها أیضا لکان لا یجعلها مفتاح القرآن ، بل یجعلها من السور ،

ثم الظاهر ان لم یتکلف تفسیرها علی ابتداء السورة ، ثبت انها لیست منها ،

وکذلك ترك الامة الجهر بها علی العلم بأنه لا یجوز ان یکون رسول الله علیه السلام بجهر بها ثم یخفی ذلك علی من معه ، و ان یکون غفلوا ، ثم یضیعون سنته بلا نفع یحصل لهم ، حتی

الرحمن الرحیم ، حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : وهی ، وهی ، اس حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ بسم اللہ ، قرآن حکیم کی ایک آیت ہے، اگر سورتوں میں اسکا شمار ہوتا تو آپ ضرور تعلیم دیتے کہ یہ سورہ کی آیت ہے، اور آپ اپنے مبارک الفاظ ' ایک آیت ، سے تعبیر نہ کرتے - نیز اگر سورہ فاتحہ کی آیت ہوتی تو آپ بسم اللہ کو قرآن کی ''مفتاح'' نہ فرماتے بلکہ سورتوں کی ایک آیت قرار دیتے -

پھر یہ بات ظاہر ہے کہ اس آیت کی تفسیر سورہ فاتحہ کی ابتدا کی حیثیت سے نہیں کی جاتی ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ،

اسی طرح امت نے بسم اللہ کو زور سے پڑھنا ترک کیا ہے، یہ اس یقین کے ساتھ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اس کی قراءت زور سے فرماتے اور آپ کے ساتھیوں کو اس کی خبر نہ ہوتی ، یا آپ کے اصحاب غافل ہوتے اور بغیر کسی نفع کے حصول کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی سنتوں کو ضایع کر دیتے یہاں تک کہ امت عہد بعہد متوارثا اس کی جہری قراءت ترک کرتی گئی اس احتمال کے ساتھ کہ بسم اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تواترت الامة" ترکها فیما یحتمل
ان یکونوا الجهر سنه" ، ثم یخفی ۔
فیکون فی فعل الناس دلیل واضح
انها لیست من السور،

و دلیل آخر علی ذلک ما روی
عن رسول ۔ الله صلی الله
علیه و سلم انه قال -قسمت
الصلاة بینی و بین عبدی نصفین،
فاذا قال العبد الحمدلله الی قوله
مالک یوم الدین ، فقال هذا لی و
هی ثلاث آیات ، و قال بعد قوله
اهدنا الی آخرها ، هذا لعبدی
ثلاث ، انها ثلاث آیات لتستوی
القسمه" ،

ثم قال فی قوله : ایاک نعبد
وایاک نستعین، هذا بینی و بین
عبدی نصفین،

فثبت انها آیه" واحدة ، فصارت
بغیر التسمیه" سبعا ، و ذالك قول

کی جہری قراءت سنت ہے مگر لوگوں پر یہ امر پوشیدہ رہا ۔ غرض لوگوں کے فعل سے یہ دلیل واضح ہے کہ بسم اللہ سورتوں کا جز یا آیت نہیں ہے ۔

دوسری دلیل اس آیت کے فاتحہ سے نہ ہونے کی وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے بیان کی گئی ہے، کہ اللہ تعالی نے کہا ہے: نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا ہے،

جب بندہ الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ آیتیں میرے لیے ہیں ، اور یہ نصف تین آیتیں ہیں ، اور جب بندہ ، اهدنا سے آخر تک پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے یہ تین آیتیں میرے بندے کے لئے ہیں ، ظاہر ہے کہ دونوں حصے تین تین آیات پر مشتمل ہیں تا کہ تقسیم مساوی ہو۔

پھر اللہ تعالی ، ایاک نعبد و ایاک نستعین، کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ میرے اور بندہ کے درمیان نصف نصف ہے، تو اس فرمان سے اس آیت کا ایک ہونا ثابت ہوا ، اس طرح سورہ فاتحہ میں بسم اللہ کے سوا سات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الجميع ، انها سبع ايات مع ما لم يذكر في خبر القسمة فثبت انها دونها سبع آيات ،

وقد روى عن انس بن مالك انه قال صليت خلف رسول الله و خلف ابي بكر و عمر و عثمان فلم يكونوا يجهرون ببسم الله الرحمن الرحيم ، و روى ذلك عن علي و عبدالله بن عمر و جماعة ، و هو الامر المعروف في الامة مع ما جاء في قصة السحر ان العقد كانت احدى عشرة ، و قرأ[1] عليها المعوذتين دون التسمية ، فكذا غيرها من السور مع ما إن جعلت مفتاحا كانت كالتعوذ ـ و الله الموفق ،

والاصل عندنا ان المعنى الذي تضمنه فاتحة القرآن فرض على

[1] المخطوطة : قرئي

آیتیں پائی گئیں ، اور سب لوگوں کا یہی قول ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات آیتیں ہیں قطع نظر اس کے جو تقسیم عمل والی حدیث میں مذکور نہیں ، تو یہ ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ تنہا سات آیتوں پر مشتمل ہے جس میں بسم اللہ شامل نہیں ہے ،

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پیچھے نیز حضرت ابوبکر ، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ، وہ سب بسم اللہ الرحمن الرحیم بآواز بلند نہیں پڑھتے تھے ،

حضرت علی ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت سے بھی یہی روایت ہے ، اور یہ امت میں مشہور بات ہے ، اسی سلسلے میں قصۂ سحر کے ذکر میں روایت ہے کہ جادو کی گرہیں گیارہ تھیں جنہر قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذبرب الناس کی سورتیں بسم اللہ کے بغیر پڑھی گئیں ، تو دوسری سورتیں بھی تعوذ کی سورتوں کی طرح ہوئیں ، ساتھ ہی یہ امر ہے کہ اگر بسم اللہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے فرمان کے مطابق قرآن کی کنجی سمجھیں تو یہ بھی تعوذ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جميع البشر اذ فيه الحمد لله والوصف له بالمجد و التوحيد له والاستعانة به و طلب الهداية وذلك كله يلزم كافة العقلاء من البشر اذ فيه معرفة الصانع على ما هو معروف، والحمد له على ما يستحقه اذ هو المبتدی بنعمه على جميع خلقه، واليه فقر كل بقدر حاجة كل يحتاج، فصارت لنفسها بما جعلت الخصال التى بينا فريضة على عباد الله، ثم ليست هي فی حق الصلاة فريضة، و ذلك نحو التسبيحات بما فيها من تنزيه الله، والتكبيرات بما فيه من تعظيمه فريضة نفسها، إذ ليس لأحد ان لا ينزه ربه ولا يعظمه من غير ان

مثل ہے،، اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے،

ہمارے نزدیک اصل یہ ہے کہ جو مفہوم فاتحۃ القرآن میں شامل ہے وہ جمیع بشر پر فرض ہے، یہ مفہوم اللہ تعالی کی حمد اس کی عظمت و وحدانیت کے وصف کا بیان، اس سے ہدایت و مدد کی درخواست، سب کو شامل ہے اور یہ ساری باتیں جمیع عقلاء بشر کے لئے لازم و ضروری ہیں کیونکہ اللہ کے خالق ہونے کی ان سے پوری معرفت حاصل ہوتی ہے، اور اس تعریف کا بیان مقصود ہے جسکا وہ مستحق ہے، کیونکہ اللہ تعالی ہی اپنی جمیع مخلوق پر اپنی نعمتوں کو اولین بار نچھاور کرتا ہے، ہر چیز اپنی حاجت پوری کرنے میں اسی کی محتاج ہے، اور اپنی حاجت کے برابر اس کی ضرورتمند، چنانچہ ان خصائل کی وجہ سے جنکو ہم بیان کر چکے ہیں اور جو بتائی جا چکی ہیں یہ ساری باتیں لذاتہا اللہ کے بندوں پر فرض ہیں، پھر یہ چیزیں نماز کے حق میں فرض نہیں ہیں، انکی مثال تسبیحات جیسی ہیں جن سے اللہ کے غیر اللہ سے پاک و بے نیاز رہنے کا ذکر ثابت ہے، اور تکبیرات ہیں جن سے اللہ کی عظمت ظاہر ہے، یہ سب لذاتہا فرض ہیں،

کیونکہ کسی کو یہ سزاوار نہیں کہ اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يوجب ذلك فرضيتها فى حق الصلاة و فى حق كل مجعوله هى فيه لا من طريق يوضح الفرضيه من غير طريق النهى ذكرت ،

ثم ليست هى بفريضه فى حق القراءة فى الصلاة لوجوه : احدها ان فرضيه القراءة عرفنا بقوله فاقرءوا ما تيسر من القرآن ، وفيها الدلالة من وجهين : احدهما انه قد يكون غيرها ايسر والثانى [1] ان فرضيه القراءة فى هذه الآيه من حيث الاستنان بالتخفيف علينا ، ثم التيسير ولو لم يكن فريضه لم يكن علينا فى التخفيف منه اذا بالترك ، ثم لا تخير فى فاتحه القرآن ، والآيه التى بها عرفنا الفرضيه فيها تخير ما يختار من الأيسر ، ثبت انها رجعت الى

١ ـ المخطوطه : اليهمانى

پروردگار کی تنزیہ نہ کرے اور اس کی عظمت بیان نہ کرے جبتک کہ ان کی فرضیت نماز کے حق میں ضروری نہ قرار دے۔ نیز ہر پیدا کردہ شی میں اس کی فرضیت کو نہی کے سوا جسکو میں ذکر کر چکا ہوں ، کسی اور طریقے سے واضح نہ کرے،

نیز حق قراءت کے لحاظ سے نماز کے اندر سورہ فاتحہ کی قراءت چند وجوہ کی بنا پر فرض نہیں ، اولین وجہ یہ ہے کہ قراءت کی فرضیت کو ہم اللہ تعالی کے قول : فاقرءوا ما تیسر من القرآن : (قرآن سے جس قدر آیتوں کی قراءت آسان ہو پڑھو) سے سمجھتے ہیں ، اس آیت میں قراءت کے فرض ہونے کی طرف دو طرح سے رہنمائی ہوتی ہے: ایک یہ کہ دوسری آیتوں کی قراءت ممکن ہے کہ زیادہ سہل و آسان ہو ، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں قراءت کی فرضیت بطور استنان اور احسان جتانے کے ہے کہ اللہ تعالی نے ہمارے لئے قرآن پاک سے بسہولت چند آیات کے پڑھنے کا حکم دیکر انسان پر بڑا فضل و احسان کیا ہے، نیز اگر یہ سہولت و آسانی فرض نہ ہوتی تو آیتوں کے ترک کے ساتھ تخفیف کرنے میں ہم پر اللہ تعالی احسان نہ جتاتا ،

(مسلسل)

© rasailojaraid.com